انصر عباس
پی ایچ ڈی سکالر (اردو)
وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر کامران عباس کاظمی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ملی نغموں میں جذبۂ وطنیت کی روایت

National song *MilliNaghma*is the literary genre of Urdu literature which is the sole production of pure Urdu and Pakistan. Its range of subjects stretches to the national aspects of Pakistani society, realm of Muslim ummah and survival of humanity. One of the significant topics of national songs is emotion of nationalism. As the effects of colonialism and natural patriotic sentiments, Pakistani poets also expressed their emotions of love for their country. That's why the nationalism has got the significant place in the tradition of national songs. This article is an effort to encompass nationalism in Pakistan's national songs.

وطن سے انسان کی محبت ازلی اور دائمی ہے جس میں کسی بھی دور میں کوئی کمی نہیں آئی لیکن نوآبادیات کے قائم ہونے کے بعد جہاں انسانی فکر کے دیگر زاویے اور نقطے تبدیل ہوئے وہی حب الوطنی کا مفہوم بھی بدل گیا اور حب الوطنی کے خالص تصورات میں سیاسی تصورات کی آمیزش بھی ہو گئی جس سے اس کا اصل مفہوم خلط ملط ہو گیا۔ حب الوطنی کا دوسرا مفہوم مغرب کے بھٹیار خانے میں پک کر تیار ہوا جس کا برصغیر پاک و ہند کی سیاست پر بھی گہرا اثر پڑا۔ نوآبادیاتی نظام قائم ہونے کے بعد کافی عرصے تک یہاں کے عوام کو اس جدید مفہوم کا اندازہ نہ ہوا لیکن جب انگریزی زبان و ادب اور علوم و فنون سیکھنے کی غرض سے یورپ کا سفر کرنے والے طلبہ اور اہلِ دانش انگریزی طرزِ حکومت سے واقف ہوئے تو ان پر وطنیت کے مغربی تصور کا راز کھلا۔ بقول ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی:

> ''وطن پرستی کا دوسرا مفہوم اس وقت سے رائج اور مانوس ہوا جب انگریزی تعلیم کی بدولت مغرب کے علم و ادب اور سیاست کے نظریے مشرق میں متعارف ہوئے چنانچہ ہندوستان میں بھی ۵۷ء سے پہلے اور بہت دنوں بعد بھی عوام الناس وطن پرستی کے اس سیاسی مفہوم سے ناآشنا محض رہے۔''(۱)

اردو شاعری جو کہ فارسی ادب کے زیرِ سایہ پروان چڑھی، فارسی شعری روایات اور لب ولہجہ کی آئینہ دار تھی۔ان روایات کے باوجود اردو شاعری کے ابتدائی ایام میں حب الوطنی تصورات کو وہ اہمیت حاصل نہیں رہی جو ۱۸۵۷ء کے بعد حاصل ہوئی اس کی وجہ بقول عبادت بریلوی'' اس وقت کے سارے ہندوستان میں قومیت اور وطنیت کا کوئی واضح تصور موجود نہیں تھا۔ زندگی کی نوعیت انفرادی تھی۔ جاگیردارانہ دور نے افراد کے فکر و خیال پر ایسے پہرے بٹھا دیے تھے کہ انھیں قومیت اور وطنیت کے اجتماعی تصور کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔''(۲)اس کے باوجود اس موضوع کے نقوش تلاش کرنے سے مل جاتے ہیں جن کا آغاز دکن سے ہوا۔ چونکہ اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر کا سہرا قلی قطب شاہ کے سر سجتا ہے لہٰذا اردو قومی شاعری کا رجحان بھی ان کی شاعری میں پایا جاتا ہے۔ قلی قطب شاہ نے تقریباً ہر موضوع پر قلم اٹھایا جن میں جنگ و جدل سے لے کر مقامی رسمیں اور محبوباؤں کے تذکرے، عید، شب برات، حمد، نعت سمیت تمام امور زندگی ہیں۔اسی طرح نصرتی کا ''علی نامہ'' اور حسن شوقی کا '' فتح نامہ نظام شاہ'' سمیت ان تمام نظموں میں قومی شعور شامل ہے اور بقول مظفر عباس '' یہ تمام نظمیں قومی و اجتماعی شعور کی عکاسی کرتی ہیں اور ان میں ہمیں قومی شاعری کے ابتدائی نقوش ابھرتے دکھائی دیتے ہیں۔''(۳) اردو شاعری میں ان نظموں کو باقاعدہ وطنی شاعری نہ بھی سمجھا جائے تو آنے والے ادوار کے لیے یہ نظمیں سیڑھی کا درجہ ضرور رکھتی ہیں۔اس کے برعکس شمالی ہند میں دکن کی نسبت صورتِ حال مختلف تھی اور وہاں مغلیہ حکومت کے ساتھ فارسی زبان کا سکہ بھی دیر تک چلتا رہا اور اردو زبان کو پذیرائی دیر سے نصیب ہوئی۔ بقول ڈاکٹر تبسم کاشمیری:

> ''شمالی ہند کے شرفا اٹھارھویں صدی سے قبل اس زبان کو ادبی لحاظ سے بہت کم تر درجہ دیتے تھے کہ یہ زبان ان کی برتر تہذیبی سطح سے بہت نیچی تھی۔وہ اس زبان میں قصباتی اور دیہاتی اثرات دیکھتے تھے جبکہ ان کی فارسی زبان شہری تہذیب و تمدن کے اعلیٰ معیارات کی حامل تھی۔''(۴)

اردو ادب میں حب الوطنی شاعری کا باقاعدہ آغاز نظیر اکبر آبادی سے ہوتا ہے جنھوں نے اس عہد کے نامور کلاسیکل شعراء کے مضامین و اسلوب سے پہلو تہی کی اور اردو شاعری کو خواص کی بجائے عوامی سطح پر استوار کیا۔اس لیے نظیر اردو شاعری کے پہلے عوامی شاعر کہلائے ۔ گو کہ میر اور سودا کا دور اردو شاعری کا زریں عہد کہلاتا ہے لیکن چند شعروں کے سوا یہ عہد حب الوطنی شاعری سے معرّیٰ ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی چشمِ بصیرت تمام حالات و واقعات کا احاطہ کیے ہوئے تھی ۔انھوں نے وطن، وطنی اشیا کا احوال اور وطنی عوام کے جذبات کا اظہار جس شوخی اور ندرت سے کیا ہے، کلاسیکل شعراء کے ہاں ایسی مثالیں ناپید ہیں ۔ تلوک چند محروم نے کلاسیکل شعراء کو وطن اور وطن کی چیزوں کے احساس سے عاری کہا ہے اور نظیر اکبر آبادی کو احساس کی اس گمراہی سے مبرّا پہلا شاعر گردانتے ہیں:

> '' کلاسیکل شعراء میں سب سے پہلا شاعر جس کو احساس کی اس گمراہی سے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، نظیر اکبر آبادی تھا۔اس کو بے شک اپنے وطن، اپنے وطن کی چیزوں، اپنے وطن کی روایات سے بڑی محبت تھی، اور جس طرح لہک لہک کر اس نے ان تمام باتوں کا ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑا وطن پرست شاعر تھا۔''(۵)

نظیر اکبر آبادی اپنے منفرد اسلوب و لہجہ اور جدید مضامین خیال میں اس قدر معتبر نہ ہو سکے جس قدر کلاسیکل شعراء تھے اور طویل عمر پانے کے باوجود اردو شاعری میں جدت پیدا نہ کر سکے لہٰذا نظیر کے بعد عرصہ دراز تک اردو شاعری کلاسیکل شعراء کے مزاج کی مرہونِ منت رہی اور آخر وہ وقت آ گیا کہ شہنشاہِ ہندوستان سراج الدین بہادر شاہ ظفر چمن لٹ جانے پر یوں نوحہ کناں ہوئے:

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں
مرا رنگ روپ بگڑ گیا مرا بخت مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اس کی فصلِ بہار ہوں
نہ ظفر کسی کا حبیب ہوں نہ ظفر کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں (۶)

گلستاں لٹ جانے کے بعد اس کی قدر و اہمیت کا احساس اس قدر شدید ہوا کہ بادشاہ سے فقیر تک جذبۂ حریت، قومی حمیت اور جذبۂ حب الوطنی سے لبریز شعر آ گیں ہوئے۔ شعراء کی اس فہرست میں نہ صرف معروف شعراء شامل تھے بلکہ مقامی لوگوں نے بھی لوک گیتوں میں فرنگیوں سے نفرت کا اظہار اور بغاوت کی تبلیغ کرتے ہوئے حب الوطنی کا عملی ثبوت پیش کیا۔ اس بغاوت کو منظم کرنے والوں نے عام لوگوں میں انقلاب کا پرچار کرنے کے لیے روایتی لوک گیتوں کا استعمال کیا جس سے عوام میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ اس قدر پرجوش ہوا کہ جنگ آزادی سے متعلق لوک گیتوں کی بھرمار ہو گئی۔ یہ لوک گیت گمنامی میں رہ کر ذہین عوامی شعراء کی ایک کثیر تعداد نے مرتب کیے تھے۔ گمنامی کی بڑی وجہ فرنگیوں کا ڈر تھا لیکن جذبہ حب الوطنی اور قومی غیرت نے ان شعراء کو شعری اظہار پر مجبور کر دیا۔ بظاہر آخری نتائج کے اعتبار سے ہندوستانی حریت پسندوں کو ۱۸۵۷ء میں شکست ضرور ہوئی لیکن اس ناکامی سے ایک نئی فتح کا آغاز ہوا جس سے سارے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک وطنیت کا احساسِ نو بیدار ہوا۔ جس کے بعد عوام و خواص میں سیاسی شعور کی بیداری، حب الوطنی کے عناصر اور مذہبی فرائض کا احساس پہلے کی نسبت بڑھ گیا۔

وطنیت کے اسی جذبے سے متاثر ہو کر مولانا محمد حسین آزادؔ، مولانا الطاف حسین حالیؔ، شبلیؔ نعمانی، چکبست، اکبر الہ آبادی، جوشؔ، مولانا ظفر علی خان اور اقبالؔ سمیت کئی شعراء نے نظمیں لکھیں جن میں مولانا الطاف حسین حالیؔ کی نظم ''حب وطن''، محمد حسین آزادؔ ''صبح امید'' اور اقبالؔ ''ہندوستاں ہمارا'' کافی مقبول ہوئیں لیکن برصغیر پاک و ہند کے عوام جس وطنیت کا پرچار انگریزی تقلید پر کر رہے تھے، اس کی اجازت نہ تو ان کے مذہب میں تھی اور نہ ہی اس سے انسانیت کی بھلائی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ سفرِ یورپ اور مغربی علوم کے مطالعہ سے وطن پرستی کے مغربی تصور کا علم ہوا تو اقبال سمیت کئی ادبا و شعراء نے اس وطن پرستی کی مخالفت کی۔ اقبال کی ژرف نگاہی نے بھانپ لیا تھا کہ یورپ اپنے نظریات پوری دنیا پر مسلط کرنے جا رہا ہے اور یہ اسلامی دنیا کو مستقل تقسیم کرنے کی گھناؤنی سازش ہے لہٰذا اقبال نے مسلمانوں اور مسلم ممالک کو اس سازش سے بچانے کے لیے کئی نظمیں تخلیق کیں۔ اقبال کی نظم ''وطنیت'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے (۷)

اقبال کے مطابق وطن کے اس جدید مغربی تصور سے ملحدانہ عقائد کی آبیاری اور مذہبی تعلیمات کا خاتمہ ہوگا۔ اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ کی ذات کو حاصل ہے اور کسی بھی شخص کی تمام وفاداریاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ اقدس کو زیب دیتی ہیں لیکن تمام وفاداریاں اللہ تعالیٰ کی بجائے زمین کے ٹکڑے کے لیے مختص کرنا کسی بت کی پوجا سے کم نہیں۔ وطنیت کے اِس تصور میں اجتماعی جذبہ وطن کو حاصل ہے اور انسان کی تمام تر وفاداری اور سیاسی و شعوری رشتے وطن سے منسلک ہیں جبکہ مذہب ایک انفرادی نوعیت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اقبال اور ان کے ہم خیال مسلمان شعراء ایسی وطنیت کے سخت خلاف تھے لہٰذا اقبال نے عالم اسلام اور مسلمانانِ برصغیر میں دوبارہ ملی اِتحاد قائم کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں اور ان کو وطنیت کے اس جدید تصور سے انحراف کر کے اس ملت کی طرف لوٹانا چاہا جس کی بنیاد روحانی ہے اور چودہ سو سال پہلے مدینہ میں رہبرِ کائنات جناب حضرت محمد ﷺ نے رکھی تھی۔ دوسری طرف برِ عظیم پاک و ہند میں جغرافیائی یا وطنی قومیت کی حمایت کا مطلب یہ ہوتا کہ مسلمان جداگانہ مذہبی و سیاسی تشخص کو فنا کر کے اکثریتی قوم ہندوؤں میں مدغم ہو جائیں کیونکہ گاندھی نے کہا تھا:

> ''مذہب کی بنا پر کسی گروہ کو الگ قوم کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اور ریاست اور سیاست کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، علاوہ ازیں تبدیلی مذہب سے کوئی قوم رونما نہیں ہو سکتی اور چونکہ اس برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت نومسلموں پر مشتمل رہی ہے اس لیے مذہب کی بنا پر ان کے نسلی رشتے کو ہندو معاشرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا اس اعتبار سے بھارت ورش ان کی جنم بھومی ہے۔ کانگریس ان کی ترجمان ہے اور انڈین نیشنلزم ہی ان کا سیاسی مسلک ہے۔ تاہم جو لوگ ایسے استدلال سے اتفاق نہیں کرتے، ان کے لیے اس خطۂ زمین میں قیام کسی طرح جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ان کا وطن نہیں ہے۔''(۸)

ایسی صورت حال میں برصغیر کے مسلمانوں کا الگ ملی تشخص کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ ان کا مذہب، تہذیب اور ثقافت غیر مسلم قوم کے مرہونِ منت تھی۔ اقبال اس وطن کے قطعی مخالف نہیں تھے جس کے لیے برصغیر پاک و ہند کے مسلمان سعی کر رہے تھے بلکہ انھوں نے شعری و نثری تحاریر و تقریر کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کا الگ اور جداگانہ تشخص اجاگر کیا اور ان کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کیا۔ قائدِ اعظم اقبال کے اسی نظریے کو لے کر آگے بڑھے اور اسلامیانِ برصغیر کے لیے پاکستان کا وجود ممکن ہوا۔

تقسیم کے بعد تخلیقی لحاظ سے پاکستان میں تین فکری رویے غالب آئے جن میں اول فکری رویہ ترقی پسند مصنفین کا تھا۔ ترقی پسند تحریک کا شمار بیسویں صدی کی بڑی ادبی تحریکوں میں ہوتا ہے جو تقسیم کے وقت زوروں پر تھی اور اردو کے بیشتر شعراء وادبا اس تحریک سے وابستہ تھے۔ اس تحریک کا بیانیہ حقیقت نگاری پر مبنی تھا اور ادب اور اس کے موضوعات کو نچلی سطح تک پھیلا کر انسانیت کی یکسر فلاح و بہبود کا پیغام دینا تھا۔ پاکستان اور اس کے قیام سے منسلک ہر شخص کی طرح ترقی پسندوں کو بھی بہت سی امیدیں پاکستان سے وابستہ تھیں۔ بقول طاہرہ نیر ''قیام پاکستان صرف نئی سرحدوں کے تمدن ہی کا نام نہیں تھا بلکہ ایک بہت بڑی سیاسی اور روحانی تبدیلی کا امکان بھی تھا''(۹) لیکن جب حالات بہتر ہونے کی بجائے مزید بگڑتے دیکھے تو شعراء یوں گویا ہوئے:

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا ، یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں ، جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں (۱۰)

ترقی پسندوں کا مقصد خالص سماجی تھااور جھونپڑوں اور محلوں میں پیدا تضاد پر بحث اور تنقید تھاجبکہ سیاسی طبقے عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے اقتدار کی رسا کشی میں مشغول تھے جس سے ترقی پسند مصنفین کے حکومت اور اس کے طریق کار پر سخت اختلاف سامنے آئے۔ترقی پسند مصنفین اپنی تحریروں میں حکومت کے خلاف پر زور مخالفت کااظہار کرنے لگے جس کے باعث حکومت نے کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگادی اور ادباو شعراءاحتساب کی زد میں آ گئے۔دوسرا یہ کہ ترقی پسند تحریک اشتراکی خیالات کی عکاس اور مذہب مخالف سوچ کی نمائندہ جماعت سمجھی جاتی تھی اور پاکستان خالص مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا لہٰذا مذہبی حلقوں کی طرف سے اس تحریک کی پر زور مخالفت کی گئی اور اس کے رد عمل میں ایک نئی تحریک کا آغاز ہوا۔

تقسیم کے بعد دوسرے فکری رویے میں وہ لوگ شامل تھے جو پاکستان کا خالص اسلامی ریاست بننے کا خواب دیکھ رہے تھے ۔اس فکر کے مصنفین سے ترقی پسند تحریک کا رد عمل اور شعر وادب کو بے مقصدیت،الحاد اور اشتراکیت سے نجات دلا کر ایک اسلامی اور صالح معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے لیے اسلامی ادب کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اسعد گیلانی، ماہر القادری، نعیم صدیقی اور دیگر اسلامی نظریات رکھنے والے ادباو شعراء نے بے دینی، فحاشی اور عریانی کو نشانہ بنا کر مختلف اخبارات ورسائل میں اسلامی ادب کے نظریے کو فروغ دیا۔لیکن اسلامی ادب کی تحریک میں ترقی پسندوں کے برعکس بڑے تخلیق کاروں کی کمی تھی یادوسرے لفظوں میں اسلامی تحریک کوئی ایسا شاعر یاادیب پیدانہ کر سکی جو اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی ادب کو فروغ دے سکے۔یہ تحریک بہت جلد شخصیت پرستی کا شکار ہو کر کچھ عرصے بعد دم توڑ گئی البتہ اسلامی ادب اور افکار و نظریات کی روح پاکستان اور پاکستانی ادب میں جذب ہو کر قومی و ملی نغموں کی صورت میں ظاہر ہوئی۔حفیظ تائب پاکستان کو اسلام کا گہوارا اور پاکستانیوں کو دینِ اسلام کے حقیقی محافظ تسلیم کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات اور جذبۂ وطنیت کا یوں ملاپ کرتے ہیں:

ہم پاکستانی ہیں
رہتی دنیا تک رحمت کی نشانی ہیں
ہم وارثِ پیغمبر
دہر پہ چھائیں گے ایمان کی عزت بن کر
ہم آخری امت ہیں
دین کے متوالے ، ہم دیس کی عزت ہیں (۱۱)

تیسرا فکری رویہ جو سب سے اہم، قوی اور مستقل ثابت ہوا،وطن سے محبت اور اس کی اہمیت کا احساس تھا۔گو کہ یہ فکری رویہ نیا نہیں تھا لیکن یہ عوام میں شعوری طور پر ابھر کر اُس وقت سامنے آیا جب قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی اِس کی حرمت، تحفظ اور سلامتی پر حرف آنا شروع ہو گیا۔ تقسیم کے بعد بھارت کا حیدر آباد، جونا گڑھ اور کشمیر جیسی مسلم ریاستوں پر قبضہ اور پاکستان سے

عسکری پنجہ آزمائی سے پاکستان کو بھی تحفظِ آزادی کا مسئلہ در پیش آیا تو پاکستانی مصنفین نے قومی و ملی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قومی و ملی موضوعات پر کثیر سرمایۂ ادب تخلیق کیا۔اس تخلیقی ادب میں ملی نغموں کو سب سے انفرادیت حاصل ہوئی اور اردو ادب میں ایک نئی صنفِ سخن ''ملی نغمہ'' کا اضافہ ہوا۔

ملی نغمہ اردو ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس میں موضوعات کا دائرہ وسیع ہے لیکن بنیادی طور پر پاکستان اور عالم اسلام سے والہانہ محبت کا اظہار ملتا ہے۔اس کے ذیلی عنوانات میں عسکری، تہذیبی،اخلاقی، مذہبی،سیاسی، سماجی ،مزاحمتی،تاریخی،تحفظ آزادی اور حب الوطنی سمیت کئی دیگر موضوعات شامل ہیں۔ بقول محمد طاہر قریشی '' جس شاعری کا تعلق ملتِ اسلامیہ سے ہو وہ ملی شاعری ہے''(۱۲) اور چونکہ اسلامی نظام اور پاکستانی معاشرت میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے لہٰذا پاکستان کی قومی شاعری بھی ملی شاعری کے زمرے میں آتی ہے جسے عرفِ عام میں ملی نغمہ کہا گیا لیکن اب ملی نغمہ باقاعدہ ایک صنف کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ان ملی نغموں میں ملتِ اسلامیہ، پاکستان اور پاکستانی قوم کی تعریف، ترقی اور تحفظ کے ساتھ جس موضوع کو زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ پاکستانی قوم کا جذبۂ وطنیت ہے۔

ابتداً مذہبی حلقوں کی طرف سے جذبۂ وطنیت کے روحانی پہلوؤں پر اعتراض کیا گیا اور اس میں بت پرستی جیسے غیر مسلم افکار کے بارے تنقید کی گئی لیکن ملی نغموں میں موجود مذہبی آدرش اور پاکستان کی بیرون اسلامی دنیا سے مکمل ہم آہنگی سے بت پرستی کا غلاف اترنے لگا۔مزید جب ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد وطنی رویہ میں شدت سے اضافہ ہوا تو جذبۂ وطنیت ادبا و شعراء سے نکل کر پوری قوم کی رگوں میں سرایت کر گیا جبکہ صنفِ ملی نغمہ سے اس جذبۂ وطنیت کے روحانی اور ارضی تصور کو جلا پہنچی۔ جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صورت حال کے بارے میں مرزا ادیب لکھتے ہیں:

> ''دیکھنے والے حیران ہیں کہ کیا یہ وہی قلم ہیں جو چاند کی کرنوں، قوس و قزح کی رنگینیوں اور موسم بہار کے پھولوں پر سو جاں نثار تھے۔آج ان میں توپوں کی گھن گرج اور ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ کہاں سے آگئی۔ یہ تو پیار کے گیت الاپتے تھے۔ یک بیک یہ رجز خوانی کیوں کرنے لگے، مگر دیکھنے والے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ادیبوں کا قلم قوم کی امانت ہوتا ہے۔'' (۱۳)

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ صرف جغرافیائی حدود کی پاسبانی کی جنگ نہ تھی بلکہ اسلامی نظریے اور ریاست کی حفاظت کی جنگ تھی جس نے جذبۂ وطنیت کے اظہار کے لیے اردو ادب کو نئی لغت سے آشنا کیا۔ شعراء نے ملی نغموں کی صورت میں دشمن افواج کی جارحیت کی مذمت کی اور پاکستانی افواج کی بہادری اور شجاعت کی خوب داد دی۔یوسف قمر نے اپنے ملی نغمے ''سرحد پاک پہ ناپاک قدم کس کے اٹھے''، میں حب الوطنی جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

یہ نگاہ کس کی ہے جو سوئے حرم اٹھی ہے؟
حق پرستوں کے تقابل کی کسے سوجھی ہے؟
کس نے شیروں سے الجھنے کی جسارت کی ہے؟
کس نے خود مرگِ مفاجات کو دعوت دی ہے؟

سرحد پاک پہ ناپاک قدم کس کے اٹھے؟
اتنے گستاخ و بے باک قدم کس کے اٹھے؟ (۱۴)

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ صرف ایک جنگ نہیں تھی بلکہ دو قوموں، دو تہذیبوں اور دو مملکت کی انا اور غیرت کا مسئلہ تھا، خاص طور پر پاکستان کی بقا کے لیے اس جنگ میں کامیابی لازمی تھی۔ دوسری صورت میں پاکستان کا وجود شدید خطرے میں تھا اور وہ آزادی جو اسلاف نے کئی قربانیوں بعد حاصل کی تھی، اس کو کھو دینے کا غالب امکان تھا جبکہ دشمن نے دوبارہ سے غلامی کی زنجیریں تیار کر رکھی تھی ۔ان حالات میں اکیلے افواجِ پاکستان کا میدانِ جنگ میں لڑنا کافی نہیں تھا بلکہ پوری قوم کا وطن پہ مر مٹنے کا عزم، ہمت، استقلال اور جذبۂ حریت کی بیداری جیسے عوامل لازمی حصہ تھے لہٰذا شعراءِ پاکستان نے جذبۂ وطنیت کے تحت عوام اور فوج میں ان تمام پہلوؤں کو اس انداز سے اجاگر کیا کہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افواج پاکستان کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آئے۔ دورانِ جنگ پاکستانی عوام کا جذبہ قابل دید تھا جو جدید ہتھیاروں سے بے پرواہ میدان جنگ میں کود پڑی۔ اُن دنوں پاکستان کے معروف شاعر شورش کاشمیری کا قلم بھی گل و بلبل کے گیت لکھنے کی بجائے تلوار کا کام کر رہا تھا :

ہندوستاں سے برسرِ پیکار ہوگیا
میرا قلم بھی جنگ میں تلوار ہوگیا
دشمن کے خوں کی مانگ محاذوں پہ بڑھ گئی
ہر ذرہ اس لہو کا خریدار ہوگیا
زورِ بیاں میں تازہ امنگوں کا ولولہ
افکارِ نَو میں برق کی رفتار ہوگیا (۱۵)

ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستانی شعراء کا جذبۂ وطنیت کا اظہار قابل ستائش تھا کیونکہ اس موقع پر چھوٹے بڑے اردو کے تقریباً سبھی شعراء نے اپنا حصہ ڈالا۔ حب الوطنی سے لبریز پوری پاکستانی قوم دشمن کے سامنے ڈھال بن گئی اور دشمن کو منہ کی کھانا پڑی۔ بھارت نے جب دیکھا کہ وہ بھاری اسلحہ سے لیس ایک بڑی فوج کے ساتھ پاکستان کو زک نہیں پہنچا سکتا تو اس نے پاکستان کو توڑنے کے لیے سازشوں کے جال بچھانا شروع کر دے اور بالآخر ۱۹۷۱ء کے آخری ایام تک پاکستان کو دولخت کرنے میں کسی حد تک کامیاب رہا اور پاکستان کا ایک جرار لشکر بھی دشمن کی قید میں آ گیا۔ اس موقع پر پوری پاکستانی قوم درد و غم میں ڈوب گئی، ہر آنکھ اشکبار اور زبانیں خاموش ہو گئیں ۔عشق و محبت کے گیت الاپنے والے شعراء کے قلموں سے میٹھے اور پیار بھرے گیت لکھنے کی قوت زائل ہو گئی۔ اگر کچھ باقی تھا تو صرف پاکستان سے والہانہ محبت میں بہنے والے آنسو تھے۔ ہر حساس دل والے کی طرح احمد ندیم قاسمی اشکبار آنکھوں سے غمگیں دل کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

میں روتا ہوں۔ اے ارضِ وطن میں روتا ہوں
المیوں کے تانبے کی طرح کی طرح تپتی ہوئی زرد فصیلوں کے آئینوں میں
جب خود کو مقابل پاتا ہوں۔ میں روتا ہوں
میں جب بھی اکیلا ہوتا ہوں

میں روتا ہوں۔ اے ارضِ وطن میں روتا ہوں
آ ، میری جلد اتار کے اپنے سارے زخم رفو کر لے
جب تک، اے ماں!
اے میرے جیسے کتنے کروڑوں کی باعظمت ، باعزت، باعصمت ماں
تیرے دامانِ دریدہ کو میں آب سر شکِ غیرت و غم میں دھوتا ہوں
میں روتا ہوں۔ اے ارضِ وطن میں روتا ہوں (۱۶)

ارضِ پاکستان کی یہ بد قسمتی تھی کہ اس کو روزِ اول سے بھارت جیسے چالاک، عیار اور غاصب دشمن سے پالا پڑا۔ بھارت اپنی غاصبانہ اور شدت پسندانہ سوچ سے کشمیر کے بیشتر حصے سمیت پاکستان کے کئی علاقوں پر قابض ہے مزید یہ کہ سیاچن کے برف پوش پہاڑوں میں بھی اس نے اپنے ان ناپاک عزائم سے پنجے گاڑنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹی بڑی جھڑپوں سے بڑھ کر کشمیر، سیاچن، کارگل اور دوسرے کئی محاذوں پر پاکستانی اور ہندوستانی افواج میں جنگ ہو چکی ہے جس کا پاکستانی افواج نے شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے بھر پور جواب دیا ہے۔ ان جنگوں سے بھارت کو جانی و مالی طور پر اچھا خاصا نقصان بھی اٹھانا پڑ رہا ہے لیکن بھارت اپنی سپر پاور بننے کی دھن اور ایشیا میں عسکری بالا دستی قائم رکھنے کے لیے اپنے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہیں آ رہا جس سے علاقے کا امن مسلسل خراب ہے اور پاکستان اپنے تحفظ کی بقا میں معاشی مسائل کا شکار ہے البتہ اس مسلسل جنگ بازی نے خوف اور ڈر کی بجائے پاکستانی عوام اور افواج کی رگ رگ میں حب الوطنی، خودداری، استقلال اور جاں نثاری کا جذبہ بھر دیا ہے۔ اکرم باجوہ ملی نغمہ ''للکار ہیں ہم'' میں پاکستانی قوم کا ایمان، قوت اور بے باکی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ہم پاک وطن کے رکھوالے
خود دار ، جری ، غیرت والے
فولاد میں جسموں کو ڈھالے
اک عظمت کا کہسار ہیں ہم
متوالے ہیں ، جی دار ہیں ہم
للکار ہیں ہم، للکار ہیں ہم (۱۷)

پاکستانی شعراء کا جذبۂ وطنیت صرف عسکری، سیاسی اور سماجی موضوعات تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری قوم کی طرح شعراء نے بھی پاکستان کی ہر شے اور ہر ٹکڑے سے محبت کی ہے۔ اس میں چاہے پاکستان کے بلند و بالا پہاڑ ہوں یا سالہا سال بہتے دریا، ندی نالے ہوں یا خوب صورت جھیلیں، سر سبز و شاداب درخت ہوں یا ہرے بھرے کھیت، سہانی شامیں ہوں یا مہک دار سویرے، رونق افروز شہر ہوں یا ان میں بستے حسین و جمیل پاکستانی عوام، پاکستان کا ذرہ ذرہ خوبرو عورت کی طرح سندر ہے اور دلوں کو سکون بخشتا ہے لہٰذا شعراء بھی اس پاک دھرتی کے شادمانے بجانے میں پیش پیش ہیں۔ شعراء نے ملی نغموں میں وطنِ عزیز کے ان خوب صورت و رنگین مناظر کی دلچسپ تصویر کشی سے پاکستان کو عالمی سطح پر خاصی پذیرائی بخشی ہے۔ قتیل شفائی اس منفرد دلکشی کو اپنے شاعرانہ لفظوں میں پاکستان کو خطۂ بے مثالی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں ہے:

ہر ایک ذرے کی دلکشی میں ، دمک رہا ہے ضمیر اپنا
سدا مہکتی رہے وہ مٹی ، اٹھا ہے جس سے خمیر اپنا
بنی ہوئی ہیں نشان منزل تمام تر اس کی شاہراہیں
جواب رکھتا نہیں جہاں میں ، یہ خطہ بے نظیر اپنا (۱۸)

وطن صرف زمین کے ٹکڑے یا خطۂ ارضی کا نام نہیں ہے کہ جس میں انسان رہتا، زندگی بسر کرتا اور اپنی افزائش کرتا ہے بلکہ وطن خیمے، قبیلے اور خطے سے زیادہ اس محبت کا نام ہے جس کے لیے وہ دن و رات، صبح و شام آہیں بھرتا اور آنسو بہاتا ہے اور اس کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتا ہے۔ وطن اس عاشق کا نام ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے وہ زمین و آسماں ایک کر دیتا ہے۔ وطن اس محبوبہ کا نام ہے جس کے بغیر اس کی جان بغیر پانی کے مچھلی کی طرح تڑپتی ہے۔ جب کسی خوددار انسان کو اپنی محبت، محبوبہ یا عاشق حاصل ہو جائے تو اس کی ناموس اور حفاظت کے لیے اپنے تن، من اور دھن کی بازی لگانے سے باز نہیں آتا۔ وطن کی محبت اپنے جوشیلے بہادروں کو دیوانہ بنا دیتی ہے اور اسی محبت میں شعراء و ادبا اپنے وطن کی تحسین و توصیف کے قلابے باندھتے ہیں۔ امید فاضلی وطن سے ان ولولہ انگیز جذبات کا اظہار ملی نغمات میں یوں کرتے ہیں:

میرا تن ، میرا من ، میرا جیون ہے تُو
میری آنکھوں کی لو، دل کی دھڑکن ہے تُو
تیری خوشبو بدن کے گلابوں میں ہے
تیری رنگت دھنک کے نصابوں میں ہے
تیری تحریر دل کی کتابوں میں ہے
گھر اُجالوں کا گیتوں کا مسکن ہے تُو
میرا تن ، میرا من ، میرا جیون ہے تُو (۱۹)

خدائے بزرگ و برتر نے پاکستانی قوم کو ایک ایسے دیس سے نوازا ہے جو دنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال ہے۔ اس کے چاروں موسموں کی منفرد رنگینیاں، نسیم بری اور نسیم بحری جیسی خوشبودار ہوائیں، برف پوش پہاڑ، خوب صورت آبشاریں گویا یہ پاک دھرتی عروسِ جنت نظیر کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ اس دیس کے حب الوطن شعراء نے اپنے گیتوں میں مادرِ وطن کے دلکش مناظر کی یوں منظر کشی کی ہے کہ اس پاک وطن کے مقابل دنیا کا کوئی حسین ترین خطہ بھی اس حسن کی وادی کے سامنے ہیچ ہے۔ سرمد بخاری کا ملی نغمہ ''دھرتی کے سپنے'' سے چند اشعار ملاحظہ ہیں:

چشموں نے انگڑائیاں لے کر کوہ کا دامن گھیرا
چھڑے ترنگ میں تار تو ڈوبا لہرے میں من میرا
مست پون کے جھونکے آئے ساز یہ کس نے چھیڑا؟
فطرت کے آغوش میں پایا کیا بے تاب اشارا (۲۰)

اس عدیم النظیر خطے کی دلکشی میں رنگ بھرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تعمیر و ترقی میں بھی شعراء نے کامل دل جوئی سے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ شعراءئے پاکستان نے ملکی تعمیر کے عزم سے بھرپور ملی نغموں سے قوم میں وہ دولت بخشی جس سے قوم نے ذاتی مسائل کو پس پشت ڈال کر جذبہ اور ترنگ سے ملک و قوم کی تعمیر اور خواب اقبال کی تعبیر میں خوب کردار ادا کیا۔ان شعراء ئے پاکستان نے تعمیرِ ملک و قوم کا عزم لے کر ملی نغموں کی تخلیق سے جذبۂ وطنیت اس انداز سے ابھارا کہ عام قارئین بھی شعراء کی فکر میں شامل ہو کر معماران پاکستان کی فہرست میں شامل ہو گئے لٰہذا پاکستان کی بنیاد رکھنے اور اس کی آزادی میں جہاں شعراءنے مرکزی کردار ادا کیا وہی پاکستان کو مستحکم اور مضبوط تر بنانے میں بھی شعراء کا کام لائق تحسین ہے۔احمد فراز اپنے فن کو ملکی اثاثہ سمجھ کر اس کی تعمیر و ترقی کی نذر کرتے ہیں۔ اُن کی نظم ''اے مری ارضِ وطن'' سے اقتباس ہے:

آج سے میرا ہنر پھر سے اثاثہ ہے ترا
اپنے افکار کی نس نس میں اتاروں گا تجھے
وہ بھی شاعر تھا کہ جس نے تجھے تخلیق کیا
میں بھی شاعر ہوں تو خون دے کر سنواروں گا تجھے
اے مری ارض وطن، اے مری جاں، اے مرے فن
جب تلک تاب تکلم ہے پکاروں گا تجھے (۲۱)

مادرِ وطن کو پکارنا،اس کے گیت گانا اور اس کے نام اپنا سب کچھ فدا کر دینا جذبۂ وطنیت کے اظہار کی بہترین صورت ہے۔

انسان جس جگہ پیدا ہوتا، بڑا ہوتا اور پرورش پاتا ہے،اس علاقہ یا زمین کے ٹکڑے سے محبت ایک قدرتی امر ہے کیونکہ وہاں کی محبت انسان کے خمیر میں رچ بس جاتی ہے۔اس جگہ یا مقام کا ایک ایک کوچہ، گلی، محلہ اور موڑ اس کی زندگی کا لازمی جزو بن جاتے ہیں۔دنیا کے ہر عہد میں ہر شخص خواہ وہ کسی بھی مذہب، فرقے یا نظریہ حیات سے تعلق رکھتا ہو،ایسا نہیں ہے جس کو اس کے ارضی رشتوں سے محبت نہ ہو اور جس جگہ انسان پوری زندگی بسر کر دے اس خطۂ زمیں سے انس جذباتی وابستگی کی حد تک ہوتا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ زمانے کے حالات و اتفاقات انسان کو ارضِ وطن سے جتنا مرضی دور لے جائیں،اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو کہیں بھی کم نہیں ہوتی بلکہ رات کی رانی کی طرح انسان کی نسوں میں یوں شامل ہو جاتی ہے کہ وہ بھلانا چاہے بھی تو بھول نہیں سکتا۔پرائے دیس میں انسان چاہے جتنا بھی خوشحال اور مطمئن کیوں نہ ہو، اپنے وطن کی آزاد فضائیں اور گزرے لمحات رہ رہ کر یاد آتے ہیں۔ حقیقی معنوں میں وطن کی اہمیت کا احساس ہی وطن سے کہیں دور جا کر ہوتا ہے اور وہ اپنے تصورات میں وطن کی خوبصورت تصویریں بنا کر دل کو تسکین پہنچاتا ہے۔اس کے دماغ میں اپنے وطن میں گزرے لمحات فلم کی طرح چلنے لگتے ہیں۔وہ جسمانی طور پر اپنے ملک سے دور ضرور ہو گا لیکن اس کا ذہن اپنے دیس میں ہی اٹکا ہوتا ہے۔ جبکہ شعراء اپنے وطن سے کوسوں دور بیٹھ کر حب الوطنی کے نغمے الاپتے ہیں اور وطن سے آنے والوں سے دیس کی ایک ایک چیز کا احوال دریافت کرنا ان کے ذوقِ وطنیت کی علامت ہے۔ایک ایسی ہی مثال اختر شیرانی کا نغمہ '' او دیس سے آنے والے بتا'' سے پیش ہے:

او دیس سے آنے والے بتا !
کس حال میں ہیں یارانِ وطن؟

آوارۂ غربت کو بھی سنا
کس رنگ میں ہے کنعانِ وطن
وہ باغِ وطن ، فردوسِ وطن
وہ سروِ وطن ، ریحانِ وطنِ
او دیس سے آنے والے بتا؟ (۲۲)

جس طرح ایک بچے کا مرکز اس کی ماں ہوتا ہے اور بچہ بھاگ دوڑ اور کھیل کود کے بعد ماں کی طرف دوڑتا ہے اور جو راحت اسے ماں کی گود میں ملتی ہے وہ سب راحتوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔اسی طرح فرد کا مرکز اس کا وطن ہے اور ارضِ وطن کو بھی ماں کی حیثیت حاصل ہے۔جو راحت اور سکون انسان کو مادرِ وطن کی گود سے ملتی ہے ، دنیا کی تمام نعمتیں بھی اس کے مساوی نہیں ہو سکتیں ۔ جب کوئی اس نعمت سے محروم ہو جائے تو حالتِ بے پدری میں اس کی روح قالب میں بے چین ہو جاتی ہے اور ماں کی قدر و اہمیت کا احساس پہلے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔اسی طرح ہر انسان کے لیے ماں کا احترام تمام دنیائے عالم سے بڑھ کر ہے کیونکہ ماں وہ رشتہ ہے جو اپنی اولاد کے لیے سب سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرتی ہے چاہے وہ ماں جس کی کوکھ سے انسان پیدا ہوتا ہے یا وہ ماں (وطن) کہ جس کی کوکھ میں انسان پیدا ہوتا ہے یعنی جنم بھومی،دونوں مائیں شدید درد و کرب سے گزرنے کے بعد ماں جیسے مقدس مقام پر پہنچتی ہیں اور جب ماں پر کوئی مشکل وقت آپڑتا ہے اور وہ رنج والم میں سے گزر رہی ہو تو اس کے بیٹے بھی کیسے سکون میں رہ سکتے ہیں۔مادرِ وطن کی اس کیفیت سے ملی نغمہ نگاروں نے اپنے نغموں میں بھرپور ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔یوسف ظفر مادرِ گیتی اور اس کے درد و غم کو ملی نغمے میں یوں ادا کرتے ہیں:

دردو رنج و کرب کے اس سیل سے کھلتا ہے رازِ ہست و بود
قیمتی ہے کس قدر سرمایہ جان و وجود
مادر گیتی !۔۔۔درود !!
چاندنی سے اپنا منہ سر ڈھانپ کر یہ کونپلیں جنتی ہے ماں
کن مراحل سے گزرتی ہے تو بنتی ہے تو پھر بنتی ہے ماں
مادر گیتی !۔۔۔درود !! (۲۳)

مادر گیتی پاکستان پر اس کی آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد کئی مشکلات اور تکلیفیں آئی ہیں لیکن اس کے بیٹوں نے ہر موقع پر جواں مردی سے مقابلہ کیا ہے۔ان مشکلات میں چاہے بیرونی دشمن کا حملہ ہو یا اندرونی سازشیں،اس کے جاں نثار بیٹے ہر دم اس کی حفاظت کے لیے اپنا لہو بہانے کو تیار رہے ہیں تاکہ لہو کی شادابی و آبیاری سے اس کی مٹی زیادہ سے زیادہ ذرخیز ہو سکے۔دوسرے لفظوں میں وطن اس شجر کا نام ہے کہ جس کی آبیاری خونِ جگر ہی سے ممکن ہے۔اپنے محافظوں کی وافر مقدار میں خونِ جگر کی دستیابی وطن کی پرورش ایک ایسے گھنے اور تناور درخت کی طرح کرتی ہے جس کے سایۂ پُر بہار سے نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی مستفید ہوتے ہیں۔ جذبۂ وطنیت سے سرشار کئی ماؤں کے لعل اب تک سرزمینِ پاکستان پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں مزید اس کی حفاظت و بالادستی کے لیے ہر جواں اپنا خون بہانے کو تیار ہے لیکن مادرِ وطن پر کبھی کسی بھی مشکل میں پاکستانی قوم کے عزم واستقلال میں کمی نہیں آئی۔شعراء

نے ایسے ہر موقع پر پاکستانی قوم کے جذبہ کو ملی نغموں میں ادا کر کے قوم کی مزید ہمت بندھائی ہے۔بشیر فاروق وطن سے سچی لگن اور قوم کے جذبات کی ترجمانی کا حق ملی نغموں میں یوں ادا کرتے ہیں:

تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے
اس پہ دل قربان اس پہ جان بھی قربان ہے
اس کی بنیادوں میں ہے تیرا لہو میرا لہو
اس سے تیری آبرو ہے اس سے میری آبرو
اس سے تیرا نام ہے اس سے مری پہچان ہے
تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے (۲۴)

پاکستانی ملی نغمہ نگاروں میں قوم کا درد، جذبۂ وطنیت اور ملی لگن کے تاثرات ان کے نغموں اور گیتوں کے ایک ایک مصرعہ سے جھلکتے نظر آتے ہیں۔مزید یہ کہ ملی نغمہ نگاروں کے کلام میں نغمگی، موسیقیت اور غنائیت پائی جاتی ہے جو کہ ان کی شعری پختگی کے ساتھ حب الوطنی کا چشم دید ثبوت ہے۔پاکستان کا مقبول ملی نغمہ ''جیوے جیوے پاکستان'' کے خالق جمیل الدین عالی اپنے نغموں اور سروں میں موجود لے اور ترنم کا دارومدار استاد گلوکاروں سے زیادہ ارضِ پاکستان کی محبت کو قرار دیتے ہیں۔ان کے ملی نغمہ ''یہ سنگت دیس دیوانی ہے'' سے اقتباس ہے:

ہاں میرے سُروں پر اور لے پر
سب گائیکیوں کا سایا ہے
لیکن یہ اپنا انگ مرا
اس خاکِ وطن سے آیا ہے
جو سب نغموں کا مخزن ہے
جو سب راگوں کی رانی ہے
یہ کویتا پاکستانی ہے
یہ سنگت دیس دیوانی ہے (۲۵)

ارضِ پاکستان اور اس کا ہر حصہ مثلِ خلد ہے لیکن حسن و جمال اور رغبت میں کشمیر کا ثانی کوئی نہیں۔اردو شعر و ادب میں جہاں کشمیر کی خوبصورت رعنائیوں کا ذکر ملتا ہے، وہیں کشمیر دشمنوں کے ظلم و جبر کے قصے بھی زبان زدِ عام ہیں۔ملی نغموں میں بھی

پاکستان کے جس خطے کا تذکرہ سب سے زیادہ ملتا ہے، وہ کشمیر ہے۔ کشمیر کی طلسمی سرزمین، برف پوش پہاڑ، خوبصورت وادیاں اور سبزہ زار درخت، گویا ہر چیز لاجواب اور ہر ذرہ بے مثالی دعوت نگاہ کا سامان مہیا کرتی ہے۔ ملی نغمہ نگاروں نے تخیل کی گہری وادیوں میں اتر کر پابۂ زنجیر اور جمالِ کشمیر پر ایسے فن پارے تخلیق کیے ہیں جو اردو ادب میں کشمیر کی طرح سدا بہار اور فوراً دل میں اترنے والے ہیں ۔صہبا اختر کی نظم ''حسین زنداں'' گلشنِ کشمیر کی بہترین تصویر کشی کرتی ہے۔

یہ ارضِ کشمیر جس کو سادہ جوانیوں کی امنگ کہیے
یہ ارضِ کشمیر جس کو بزم رباب و طاوس و چنگ کہیے
یہ ارضِ کشمیر جس کو خلد طلسم و افسون رنگ کہیے
یہ اوس ہے یا چھلک گئی ہے سبوئے مہتاب سے گلابی
صبا کہ جیسے قدم قدم لڑکھڑا رہا ہو کوئی شرابی
ہزاروں بیداریوں پہ حاوی ہے ایک افسون نیم خوابی (۲۶)

دھرتی پاکستان کے ہر ذرے کی طرح اس کا سبز ہلالی پرچم بھی حسن وجمال میں کسی چیز سے کم نہیں ہے اور پاکستانی قوم اس سے عقیدت کی حد تک پیار کرتی ہے۔ ہر ملک کے پرچم کی طرح پاکستانی پرچم بھی پاکستان کی عظمت و سلامتی کی علامت ہے اور اس کا احترام پوری قوم پر فرض ہے۔ پاکستان کا پرچم پاکستانی قوم کی آنکھوں کا تارا بن چکا ہے کیونکہ اس کی بلندی اور شان پاکستان کی عظمت اور شان ہے۔ پاکستان کا پرچم اپنے تمام اعزازات کے ساتھ ہمہ دم لہرا رہا ہے اور ہمیشہ ہواؤں کے دوش بلندیوں پر لہراتا رہے گا۔ پاکستانی پرچم کا لہرانا پاکستانی قوم کے جذبۂ وطنیت میں اضافہ کرتا ہے۔ پاکستانی ملی نغمہ نگاروں نے حب الوطنی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے قومی ہلالی پرچم کی شان میں کئی ملی نغمے لکھے ہیں جو قومی پرچم کی برتری کے ساتھ پاکستان کی قدرو منزلت میں اضافہ کرتے ہیں۔ طفیل ہوشیارپوری سبز ہلالی پرچم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فلک کی گود میں لہرائے پاکستان کا پرچم
قیامت تک نہ جھکنے پائے پاکستان کا پرچم
یہ پرچم ہی حقیقت میں نشاں ہے سرفرازی کا
دل و جاں سے حفاظت اس کی ہے ایمان غازی کا
رہِ عزم و یقیں دکھلائے پاکستان کا پرچم (۲۷)

کسی بھی ملک و قوم کا ایک پرچم ہونا اس کے اتحاد و یگانگت کی پہچان ہے۔ یعنی پرچم ملک و قوم کی ایک ایسی علامت ہے جس پر سب لوگ متفق ہوتے ہوں اور کسی بھی قومی مقصد کے لیے پوری قوم اپنے ذاتی غم اور رنجشیں بھلا کر اکٹھی ہو سکے کیونکہ ایک پرچم

کے سائے تلے جمع ہونے سے ہی قوم فتح و ظفر کی راہ دیکھ سکتی ہے۔ یہ اعزاز پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کو حاصل ہے کہ پوری قوم اس کی قدر دان اور اس کے سائے تلے متحد و متفق ہے۔ اس حوالے سے اردو کا شاہکار ملی نغمہ ''اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں'' کے مایۂ ناز شاعر و ملی نغمہ نگار احتشام الٰہی جنھوں نے کلیم عثمانی کے قلمی نام سے شہرت پائی، پاکستانی قوم کو قومی پرچم کے سائے میں متحد ہونے کا ایسا پیغام دیا کہ اب یہ نغمہ پوری قوم کے دل کی آواز بن چکا ہے۔ اسی طرح سیف زلفی کا تحریر کردہ لاجواب ملی نغمہ '' ہمارا پرچم، یہ پیارا پرچم'' شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم پاکستانی پرچم کو پاکستانی قوم کے لیے پُر نور ستارہ سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس سے سارا وطن چمک اٹھا ہے۔ ملی نغمہ سے اقتباس ہے:

یہ نشاں یہ ہمارے وطن کا نشاں

اس سے رشک فلک ہے زمینِ وطن

اس سے روشن ہوئی ہے جبینِ وطن

ذرہ ذرہ وطن کا ہوا ضَوفشاں (۲۸)

پاکستانی قوم کا جذبۂ وطنیت اس وقت قابل دید تھا جب پاکستان عالمی ایٹمی طاقت بنا۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان نے بھارت کے پانچ کے مقابلے میں چھ (٦) ایٹمی دھماکے کر کے دنیا کے نقشے پر ساتویں عالمی ایٹمی طاقت ہونے کا لوہا منوایا۔ ان دھماکوں سے پوری پاکستانی قوم میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی، مسجدوں میں شکرانے کے نوافل ادا کیے گئے اور شعراء نے اس خوشی پر کئی ملی نغمے تخلیق کیے۔ پاکستان کا ایٹم بم جہاں پاکستانی قوم کے لیے حد درجہ مسرت و شادمانی کا سماں باندھنے کا سبب بنا وہیں پاکستان دشمنوں (خاص کر بھارت) کے لیے صفِ ماتم بچھانے کا باعث بھی ثابت ہوا کیونکہ اس کی ساری منصوبہ بندیاں خاک میں مل گئیں اور وہ پاکستان پر کسی بھی وقت حملہ کرنے کے ارادہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کی ٹیم کی شبانہ روز محنت رنگ لائی اور پاکستان ایک بڑے خطرے سے محفوظ ہو گیا۔ پاکستان کا ایٹم بم پر امن دنیا میں دہشت پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ خطے میں پائیدار امن قائم رکھنے کے لیے ہے اور پاکستان اپنے ان ارادوں کا پرچار عالمی سطح پر بھی کرتا رہتا ہے جس سے دشمنانِ پاکستان کے منفی پروپیگنڈوں کی نفی ہوتی ہے۔ راغب مراد آبادی پاکستان کے ایٹمی دھماکوں پر ملی نغموں میں قوم کے جذبات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ارضِ وطن کا ہے بول بالا

ہر ذرہ اس کا رشکِ ہمالا

ہر خوف ہم نے دل سے نکالا

تیرا کرم ہے یہ حق تعالیٰ

اے یومِ تکبیر اللہ اکبر

اللہ اکبر ، اللہ اکبر (۲۹)

پاکستان اپنے قیام سے اب تک کئی مالی و جانی قربانیوں کے باوجود بہت سی مشکلات، مصائب اور سازشوں میں گھرا ہوا ہے لیکن قوم ثابت قدم ہے اور اس کی سلامتی کے لیے ہر لمحہ دعا گو ہے۔ ملی نغمہ نگاروں نے جذبۂ حب الوطنی کے تحت پاکستان کی سلامتی، حفاظت اور ترقی و خوشحالی کے لیے خوبصورت دعائیہ نغمات لکھے ہیں۔ ان دعائیہ نغمات کا ایک ایک لفظ اور مصرعہ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا اور وطن سے شدید محبت میں خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ نغمات موتیوں سے کم نہیں ہیں اور شعراء خونِ جگر نچھاور کیے بغیر ایسے شاہکار کلام تحریر میں نہیں لا سکتے۔ ایسے ہی ایک ممتاز ملی نغمہ نگار مسرور انور کے نمونۂ کلام سے اقتباس ہے:

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے

تیرا ہر اک ذرہ ہم کو اپنی جان سے پیارا ہے

تیرے دم سے شان ہماری تجھ سے نام ہمارا ہے

جب تک ہے یہ دنیا باقی ہم دیکھیں آزاد تجھے

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے (۳۰)

وطن آزاد بھی ہو سکتا ہے اور مقبوضہ بھی، لیکن ہر وہ جگہ فرد کا وطن کہلاتی ہے جہاں وہ پیدا ہوتا، افزائش کرتا اور اپنی نسل بڑھاتا ہے۔ آزاد وطن کی خواہش ہر فرد میں ہوتی ہے اور تمام غیرت مند افراد آزاد وطن کے حصول یا آزادی کے لیے متواتر جتن کرتے ہیں اور خون و پسینا بہا کر اپنی پاک مٹی کو اس کے دشمنوں کے ناپاک عزائم سے بچانے کی سعی کرتے ہیں لیکن پاکستان یا اسلام سے وابستہ قومی و ملی شاعر ملک و قوم کا نغمہ الاپتے ہوئے دائرہ اسلام سے خارج از مکان موضوعات و جملوں کو استعمال کرنے سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ اسلام میں مقدس ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ایک مسلمان قومی و ملی شاعر اپنے ملک سے محبت ضرور کرتا ہے لیکن وہ غیر مسلموں کی طرح وطن کی پرستش نہیں کرتا کیونکہ حب الوطنی کی یہ روایت دیگر اقوام کی طرح ملت اسلامیہ کی پوری تاریخ میں بھی ظاہری اور باطنی طور پر بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ جذبہ عہدِ رسالت سے لے کر آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اپنی پوری آب و تاب سے تمام عالم اسلام میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں حب الوطنی کی بنیاد اخلاقی اور انسانی قدروں پر استوار ہوئی اور چونکہ شاعری ان جذبات کے اظہار کی بہترین ترجمان ہوتی ہے لہٰذا ہر عہد اور تہذیب و تمدن کی شاعری کی طرح اسلامی تہذیب میں بھی اس کے اظہار کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک پاکستانی وطن سے محبت بھی احکامِ الٰہی سمجھ کر کرتا ہے کیونکہ ایک اسلامی و مسلم ریاست کے دفاع میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا در اصل خدائے الٰہی کی خوشنودی حاصل کرنا ہے لہٰذا اس کی حب الوطنی اسلامی اصولوں کے منافی نہیں ہوتی۔ ارشاد الرحمٰن، عرشؔ صدیقی وطن سے محبت اور دینِ اسلام سے عقیدت کی اس گتھی کو ملی نغمہ ''وطن کے لیے ایک نظم... ایک عزم'' میں یوں سلجھاتے ہیں:

یہ زمیں ، میں جس کا نِہال ہوں

مرا اس کا رشتہ وفا کا ہے

یہ زمیں میرا خدا نہیں
ولے حکم یہ تو خدا کا ہے
کہ ہم اس کے نام پہ مرمٹیں (۳۱)

ارض پاکستان پر کوئی مشکل کی گھڑی آئی ہو یا خوشی کے لمحات، جنگ کا میدان ہو یا کھیل کا میدان، ہر موقع پر پاکستانی قوم اور ملی نغمہ نگاروں نے جذبۂ وطنیت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ایک ایسا ہی شاندار اظہار اس وقت دیکھنے کو ملا جب ۱۹۹۲ء میں پاکستان کرکٹ ٹیم نے پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم عمران خان کی قیادت میں عالمی کرکٹ کپ جیتا۔اس خوشی کے موقع پر کئی شعراء نے ملی نغمے تخلیق کیے حتیٰ کہ عالمی کرکٹ کپ کے اگلے مقابلے کے لیے بھی کئی ملی نغمے لکھے گئے۔ان نغمات میں صابر ظفر کا لکھا ہوا مشہور نغمہ ''ہے جذبہ جنون تو ہمت نہ ہار'' بھی شامل ہے۔پاکستان کرکٹ ٹیم سے منسوب یہ نغمہ پاکستانی قوم کے عزم و ہمت کی نشاندہی کرتا ہے۔اسی طرح جون ۲۰۱۷ء میں پاکستان کرکٹ ٹیم کا ماہ رمضان کے مقدس مہینے میں اپنے پرانے اور روایتی حریف بھارت سے عالمی چیمپئین ٹرافی میں شاندار فتح حاصل کرنا کسی بڑی خوشی سے کم نہیں تھا لہٰذا اس موقع پر بھی پورے پاکستان میں بھرپور خوشی کا اظہار کیا گیا اور شعراء نے جوش و جذبہ سے بھرپور اس ٹرافی کی فتح کے حوالے سے ملی نغمے تخلیق کیے۔

ملی نغموں میں جذبۂ وطنیت کی تخلیق سے پاکستانی قوم کے جذبۂ حب الوطنی، انسانی ہمدردی، سماجی تعلقات اور مقصدی زندگی جیسے احساسات میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ملی نغموں میں موجود ترنم، نغمگی، غنایت اور موسیقیت ایسے عناصر ہیں جو ان کی اہمیت کو ممتاز اور قاری کو زیادہ متاثر کرتے ہیں لہٰذا ملی نغموں سے معاشرے میں قنوطیت اور احساس محرومی کی بجائے رجائیت اور امید و یاس پیدا ہوئی ہے اور وطن کو مضبوط، قوی اور عظیم تر بنانے کے لیے پاکستانی قوم میں نیا عزم، اتحاد اور اعلیٰ نصب العین سر اٹھانے لگا ہے۔جذبۂ وطنیت کے ساتھ ملی نغموں کی روایت میں بھی گراں قدر اضافہ دیکھنے کو ملا ہے اور پاکستان کے تقریباً تمام شعراء نے ہر گھڑی دھرتی ماں کے ساتھ محبت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔نورالحسن ہاشمی،ڈاکٹر، ادب کیا ہے؟،ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۵۹ء، ص۷۹

۲۔عبادت بریلوی،ڈاکٹر،روایت کی اہمیت،انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۵۳ء، ص۴۲۰

۳۔مظفر عباس،ڈاکٹر،اردو میں قومی شاعری۔، گوہر پبلیکیشنز،لاہور، س ن، ص۳۸

۴۔تبسم کاشمیری،ڈاکٹر،اردو ادب کی تاریخ...ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،۲۰۰۹ء، ص۲۶۰

۵۔محروم، تلوک چند، کاروانِ وطن،مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، ۱۹۶۰ء،ص۲۲

۶۔ظفر،بہادر شاہ،مشمولہ نشید حریت (مرتبہ؛شان الحق حقی)،ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی، ۱۹۵۷ء،ص۴۶

۷۔اقبال،علامہ محمد، کلیات اقبال، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۷ء،ص۱۸۷

۸۔گاندھی، بحوالہ جیلانی کامران، قومیت کی تشکیل اور اردو زبان ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء،ص۴۰

۹۔طاہرہ نیّر،ڈاکٹر،اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار،انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۹۹ء،ص۱۰۹

۱۰۔فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا،مکتبۂ کارواں،لاہور،س ن،ص۹۱

۱۱۔حفیظ تائب، تعبیر (قومی وملی منظومات)،القمر انٹرپرائزرز، لاہور، ۲۰۰۳ء،ص۴۱

۱۲۔محمد طاہر قریشی،ڈاکٹر،''اردو ملی شاعری پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اثرات'' مشمولہ: معیار شمارہ۱۱،جنوری تاجون ۲۰۱۴ء، شعبۂ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،ص۲۱۵

۱۳۔مرزاادیب، ''قلم کے سپاہی''مشمولہ: ماہنامہ ماہ نو،کراچی، جلد۱۸،شمارہ۱۰،اکتوبر ۱۹۶۵ء،ص۳۰

۱۴۔یوسف قمر،مشمولہ: جنگ ترنگ(مرتبہ؛زہرہ نگاہ)،ادارہ مطبوعات پاکستان،کراچی،۱۹۶۷ء،ص۲۶

۱۵۔شورش کاشمیری،کلیات شورش کاشمیری،الفیصل ناشران،لاہور،۲۰۰۹ء،ص۵۱۱

۱۶۔احمد ندیم قاسمی، ندیم کی نظمیں،سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،۲۰۰۶ء،ص۳۵۷

۱۷۔اکرم باجوہ، تکبیر کا رنگ للکار ہوا،نظمینہ پبلی کیشنز،لاہور، ۲۰۱۶ء،ص۱۴۹

۱۸۔ قتیل شفائی ، مشمولہ ،ہزارہ میں قومی و مِلّی شاعری(مرتبہ؛ بشیر احمد سوز)، ادبیات ہزارہ ......حرف اکادمی ،راولپنڈی، ۲۰۰۷ء،ص۶۰

۱۹۔امید فاضلی،پاکستان زندہ باد،رائٹرز اکادمی،کراچی،۱۹۸۸ء،ص۸۷

۲۰۔سرمد بخاری،سید ممتاز علی،نقش بول اٹھے،عزیز پبلشر،لاہور،۱۹۹۴ء،۶۱

۲۱۔احمد فراز، شب خون،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد،۲۰۱۲ء،ص۱۰

۲۲۔اختر شیرانی، اخترستان، کتاب منزل،لاہور،۱۹۴۶ء،ص ۴۱

۲۳۔یوسف ظفر، کلیات یوسف ظفر ،روداد پبلی کیشنز،اسلام آباد، ۲۰۰۵ء،ص ۳۲۵

۲۴۔بشیر فاروق، تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے،احمد برادرز، کراچی، ۱۹۸۶ء،ص ۱۵

۲۵۔عالی، جمیل الدین،جیوے جیوے پاکستان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، ۱۹۷۶ء،ص ۶۵

۲۶۔صہبا اختر،مشولہ :فغانِ کشمیر (مرتبہ؛غلام نبی خیال)،اکادمی ادبیات پاکستان،اسلام آباد، ۱۹۹۹ء،ص ۱۰۵

۲۷۔طفیل ہوشیار پوری،میرے محبوب وطن،احسان اکادمی،لاہور،۱۹۶۶ء،ص ۲۹

۲۸۔تبسّم،صوفی غلام مصطفیٰ،کلیات صوفی تبسم،الحمد پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۳ء،ص ۳۸۰

۲۹۔راغب مراد آبادی، مشمولہ:آہنگ جلد ۵۱،شمارہ ۶،جون ۱۹۹۹ء،شعبہ مطبوعات پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن، کراچی، ص ۲۱

۳۰۔مسرور انور، مشمولہ:قومی نظمیں(مرتبہ؛قیوم ملک)، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی،۱۹۷۵ء، ص ۱۴۳

۳۱۔عرش صدیقی،کلیات عرش صدیقی(مرتبہ؛محمد حنیف)،اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء، ص ۲۶۳